© rasailojaraid.com

قسط (۱۷)

احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

مولانا محمد تقی صاحب امینی، ناظمِ دینیات۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

• گذشتہ سے پیوستہ •

گداگری پر پابندی لگائی (۶۸) حضرت عمرؓ نے گداگری پر پابندی لگائی، چنانچہ ایک سائل آپ کے سامنے سے گذرا، جس کی جھولی غلہ سے بھری ہوئی تھی آپ نے اس کو اونٹوں کے آگے بکھیر دیا اور فرمایا :

الآن سل ما بدا لك [1] — اب سوال کر جو تجھے میسر آجائے۔

عول کا مسئلہ ایجاد کیا (۶۹) حضرت عمرؓ نے فرائض میں عول کا مسئلہ ایجاد کیا :

اول من حکم بالعول عمر [2] — عمرؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے عول کا حکم دیا۔

ایک ایسی صورت پیش آئی جس میں حصّوں کا مخرج ناکافی ہوا۔ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا: تو حضرت عباسؓ نے عول کی رائے دی۔

حکومت کے افراد اور رعایا کے ساتھ ترجیحی سلوک روا نہیں رکھا (۷۰) حضرت عمرؓ نے حکومت کے ذمہ رعایا کی کفالت لازم کی اور کسی قسم کا ترجیحی سلوک روا نہیں رکھا، چنانچہ ایک موقع پر فرمایا :-

انما مثلنا کمثل قوم سافروا فدفعوا نفقاتھم الی رجل منھم فقالوا — ہماری مثال اور قوم کی مثال ایسی ہے جیسے لوگوں نے سفر کیا اور اپنے "نفقات" اپنے میں سے

---

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثامن والثلثون ص ۹۵ [2] شریفیہ باب العول ص ۷۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

له انفق علينا فهل له
ان يستاثر عليهم بشئ
قال لا۔ [1]

کسی آدمی کے حوالہ کر دئے اور کہا کہ ہمارے اوپر خرچ کرو۔ کیا ایسی صورت میں ان کے ساتھ کسی قسم کا ترجیحی سلوک روا ہو سکتا ہے، لوگوں نے جواب دیا نہیں۔

دوسرے الفاظ یہ ہیں:-

قال عمر ما مثلی ومثل هؤلاء الا كقوم
سافروا فدفعوا نفقاتهم الی رجل
منهم فقالوا له انفق علينا
فهل له ان يستاثر منها بشئ قالوا
لا يا امير المؤمنين [2]

عمرؓ نے کہا کہ میری مثال اور لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے قوم نے سفر کیا اور اپنے نفقات اپنے ہی میں سے کسی آدمی کے یہ کہہ کر حوالہ کر دیا کہ ہمارے اوپر خرچ کرتے رہو کیا ایسی صورت میں کسی کے ساتھ ترجیح درست ہے لوگوں نے کہا نہیں اے امیر المومنین۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے حکومت کے افراد اور پبلک کسی کے ساتھ ترجیحی سلوک جائز نہیں رکھا۔
چنانچہ آپ نے نہایت صفائی کے ساتھ حکومت کی حیثیت واضح کی:

فان الله جعلنی خازنا وقاسما [3]

مجھ کو اللہ نے خازن اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے

لوگوں کے افلاس و احتیاج کے اندیشہ سے مفتوحہ آراضی کی تنظیم و تقسیم میں یہ کہہ کر بنیادی تبدیلی کی۔

لولا انی اترك الناس ببانا لا شئ
عليهم ما فتحت قرية الا قسمتها
كما قسم رسول الله صلى الله عليه
وسلم خيبر [4]

اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ محتاج رہ جائیں گے تو میں ہر مفتوحہ بستی کو تقسیم کر دیتا جیسا کہ رسول اللہؐ نے خیبر کو تقسیم کیا تھا۔

ہر قسم کے امتیازات ختم کر کے چرواہے کو بھی اسی طرح مستحق ٹھہرایا جس طرح دوسرے ہوتے ہیں:

والله لئن بقيت لهم ليأتين الراعی

خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو ایسی حالت کر دوں گا کہ

---

[1] و [2] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب التاسع والثلثون ص۱۰۲-۱۰۳ [3] ایضاً ص۱۰۱
[4] ایضاً الباب السابع والثلثون ص۹۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بجبل صنعاء حظه من هذا المال	ایک چرواہا صنعاء پہاڑی پر بکریاں چرا رہا ہوگا
وهو يرعى مكانه [۱]	اور اس کا حصہ اس مال میں ہوگا۔

عورت اس وقت کے معاشرہ میں کس قدر پست تھی، پھر کاشتکار کی بیوہ عورت کہ جس کی زندگی کا سہاگ لٹ چکا ہے۔ اس کے لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا:

لئن بقيت لأدعن أرامل أهل العراق	اگر میں زندہ رہا تو عراق کی بیواؤں کو ایسا
لا يحتجن إلى أحد بعدي [۲]	بنا دوں گا کہ وہ میرے بعد کسی کی محتاج نہ رہیں گی۔

حضرت عمرؓ کا عام اعلان یہ تھا:

ليس لأحد إلا له في هذا المال حق [۳]	کوئی ایسا نہیں ہے جس کا اس مال میں حق نہ ہو۔

ایک اور موقع پر فرمایا:

إنا والله ما وجدنا لهذا المال سبيلا	خدا کی قسم ہم کو اس مال میں کوئی راستہ نہیں نظر
إلا أن يؤخذ من حق فيوضع في حق	آرہا ہے سوائے اس کے کہ حق کی وجہ سے لیا جائے
ولا يمنع من حق [۴]	اور حق کو دیا جائے اور کسی کا حق نہ روکا جائے۔

حکومت کی طرح رعایا بھی کفالت کی ذمہ دار تھی	جس طرح حکومت رعایا کی ذمہ دار تھی اسی طرح رعایا کو ایک دوسرے کی کفالت کا حکم تھا۔ چنانچہ:-

"ایک پیاسے شخص کو کسی نے پانی نہیں دیا اور وہ پیاس کی وجہ سے مرگیا تو حضرت عمرؓ نے خون کی قیمت لازم کی:

فأغرمهم عمر بن الخطاب ديته [۵]	حضرت عمرؓ نے ان پر دیت لازم کی۔

اسی طرح مکہ میں ایک دعوت کے موقع پر خدام کھانے میں شریک نہ ہوئے تو آپ نے پوچھا:

ما لي أرى خدامكم لا يأكلون	کیا بات ہے کہ ہم خدام کو کھانے میں شریک نہیں
معكم أترغبون عنهم	دیکھ رہے ہیں کیا تم لوگ ان سے اعراض کرتے ہو۔

[۱] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب التاسع والثلثون ص۱۰۱ - [۲] الخراج ص۴۲ - تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الحادی والاربعون ص۱۱۶
[۳] کتاب الاموال ص۲۳۳ - [۴] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب التاسع والثلثون ص۱۰۵ -
[۵] ایضاً الباب الثامن والثلثون ص۹۹ والخراج یحییٰ ص۱۱۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاحبِ خانہ نے جواب دیا:-

ولکنا نستاثر علیھم — ہم اپنے کو ان پر ترجیح دیتے ہیں۔

اس پر حضرت عمرؓ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:

ما لقوم یستاثرون علی خدامھم — اس قوم کا کیا حال ہوگا جس نے اپنے کو خدام پر ترجیح دی۔

پھر خادموں کو کھانے کا حکم دیا اور خود نہیں کھایا:

ثم قال للخدام اجلسوا فکلوا فقعد — پھر خادموں سے کہا کہ بیٹھو اور کھاؤ خادم کھانے لگے

الخدام یاکلون ولم یاکل امیر المومنین [1] — اور امیر المومنین نے نہیں کھایا۔

ان واقعات میں کس قدر عبرت و بصیرت ہے ہم لوگ اسلامی نظامِ حیات و اسلامی حکومت کے داعی ہیں لیکن معاشرتی امتیازات اور احتیاج کو دور کرنے کے لئے عملاً کوئی جد و جہد نہیں کر رہے ہیں۔ جب تک خود کی زندگی سے یہ امتیازات ختم نہ ہوں دوسروں کو نصیحت کرنے اور کتابیں لکھ دینے سے کام نہیں چلتا۔

حکومتی طبقہ کے لئے متوسط درجہ کی زندگی کا معیار پیش کیا

(۱۷) حضرت عمرؓ نے عام حالات میں حکومتی طبقہ کے لئے متوسط درجہ کی زندگی کا معیار پیش کیا:

قوتی وقوت اھلی کقوت رجل — میری اور میرے اہل کی روزی اس قدر ہے

من قریش لیس باغناھم ولا — جتنی کہ قریش کے متوسط درجہ شخص کی ہوتی ہے

بافقرھم [2] — جو نہ زیادہ مالدار ہو اور نہ زیادہ مفلس ہو۔

اور خاص حالات میں جب تک دوسروں کے لئے ضروریاتِ زندگی کی فراہمی نہ ہو جائے اس معیار کو بھی گوارہ نہیں کیا۔ چنانچہ قحط کے زمانہ میں گھی اور دودھ وغیرہ کا استعمال ترک کر دیا اور وہی غذا استعمال کرنے لگے جو عام لوگوں کو ملتی تھی، عیاض بن خلیفہ کہتے ہیں:

رأیت عمر عام الرمادۃ وھو اسود اللون — میں نے عمرؓ کو قحط کے سال سیاہ رنگ کا دیکھا

ولقد کان ابیضا کان رجلا عربیا یاکل السمن — حالانکہ ان کا رنگ سفید تھا وہ عربی النسل تھے

---

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثامن والثلثون ص۹۵۔ [2] ایضاً الباب التاسع والثلثون ص۱۰۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واللبن فلما امحل الناس — دودھ کھانے والے مرد تھے لیکن جب لوگ قحط سے دوچار ہوئے

حرمھما فاکل الزیت حتی — تو ان دونوں کو حرام کر لیا اور زیتون کا تیل کھانے لگے یہانتک

غیر لونه وجاع فاکثر[1] — کہ اُن کا رنگ متغیر ہو گیا اور بہت بھوکے رہنے لگے۔

یزیدؒ بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

کنا نقول لولم یرفع اللہ عام — ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر قحط سالی دُور نہ ہوئی

الرمادۃ لظننا ان عمر یموت ھما — تو قوی اندیشہ ہے کہ مسلمانوں کے غم میں عمرؓ

بامر المسلمین[2] — مرجائیں گے۔

اصل بنیاد اللہ سے تعلق اور اس سے جواب دہی کے تصور پر ہے

در اصل اللہ سے تعلق اور اس کے سامنے جواب دہی کا تصور گوشۂ تنہائی میں بھی خلیفۃ المسلمینؓ کو "جو" کے سوکھے ٹکڑے کھانے سے روکے رکھتا تھا کہ قیامت کے دن کہیں اس کے متعلق باز پرس نہ ہو جائے۔ یہی تعلق و تصور اسلامی نظامِ حیات کی اصل بنیاد ہے کہ جس کے بغیر قانون اور وضعِ قانون میں کوئی جاذبیت پیدا ہوتی ہے اور نہ حالات و زمانہ کی رعایت نتیجہ خیز بنتی ہے۔

بدقسمتی سے جن ممالک میں تبدیلیاں کی جارہی ہیں ان میں یہ تصور و تعلق مغلوب ہے جس کی وجہ سے اسلا[می] کاز کو زیادہ تقویت نہیں حاصل ہو رہی ہے بلکہ بسا اوقات اُلٹا نقصان پہونچ رہا ہے۔ اور جن ممالک میں جمود د[ق] طاری ہے اور تبدیلیوں کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے وہ بس اتنے ہی حصہ پر عمل کر رہے ہیں جتنے پر عمل کر[نے] کے لئے حالات و زمانہ اجازت دیتے ہیں، اس طرح حالات و زمانہ کے آگے سب کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں [مگر] انداز مختلف ہے ایک طبقہ کا انداز مدافعانہ ہے اور دوسرے کا انداز جارحانہ ہے۔ ایک نے اپنی چیزیں ترک کر کے نیازمندی کی گردن جھکائی ہے اور دوسرے نے غیر کی چیزیں قبول کر کے گردن جھکائی ہے۔

تصور و تعلق کے ساتھ حالات و زمانہ کی رعایت ہے

ہمارے پیشِ نظر اس تصور و تعلق کے ساتھ حالات و زمانہ کی رعایت ہے۔ اگر ایسا [ہو] تو بعض مسلم ممالک کی تبدیلیوں کو ہم کافی سمجھتے اور نئے انداز سے اس کی طرف د[عوت دیتے]

[1] و [2] الباب الثالث والثلاثون ص ۹۹ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دینے کی ضرورت نہ سمجھتے۔

دعوت سے مقصود حفاظتِ دین واقامتِ دین ہے اور مطلوب شرعی احکام میں حالات وزمانہ کی رعایت ہے۔ اگر جواب دہی کا تصور اور تعلق باللہ کا جذبہ سرد پڑ گیا تو یہ مقصود و مطلوب دونوں فوت ہوجائیں گے اور حالات وزمانہ کی رعایت میں کچھ شرعی احکام رہ جائیں گے۔ خوب سمجھ لینا چاہئے دو صورتیں ہیں (۱) احکامِ شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت اور (۲) حالات وزمانہ کی رعایت میں شرعی احکام" پہلی صورت میں فطرت کی جہاں بینی ہے۔ اور دوسری میں کسی "جمشید" کا ساغر بننا ہے۔

پہلی میں اصل شرعی احکام ہیں اور دوسری میں اصل حالات وزمانہ کی رعایت ہے۔ عمل سب کا چار و ناچار دوسری صورت پر ہے اور دعوت سب کے لئے مردانہ وار پہلی صورت کی ہے، نہ جماعت سازی کی خواہش ہے اور نہ لیڈرشپ کا حوصلہ ہے' بس کام پیشِ نظر ہے جس کو موجودہ نسل نے نہ کیا تو آنے والی نسل یقیناً کرے گی۔ اب تک اس سلسلہ میں جو کام ہورہا ہے' اس کے کرنے اور کرانے والے بالعموم وہی ہیں جن کی چولیں ڈھیلی کردی گئی ہیں یا خود بخود ڈھیلی ہوگئی ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ شرعی احکام مقصود نہ رہے بلکہ حالات وزمانہ کی رعایت مقصود بن گئی۔

اس بنا پر ضروری ہے کہ کام کے لئے (اگر کرنا چاہیں) کھلے ذہن و دماغ کے ساتھ وہ اہلِ علم حضرات سامنے آئیں جو صاحبِ عزیمت ہوں اور صورت و سیرت ہر لحاظ سے شارعؑ کے " امین" ہوں۔ جنھیں اللہ اور اس کے بندوں سے محبت ہو اور جو جواب دہی کے تصور سے لرزتے ہوں۔

رہنمائی کے لئے صحابۂ کرامؓ اور فقہائے عظام کی زندگیاں موجود ہیں کہ یہ حضرات ایک طرف عبادت و ریاضت اور صاحبِ عزیمت ہونے میں یکتا تھے تو دوسری طرف اللہ کے لئے اس کے بندوں سے محبت میں یگانہ تھے۔ ایک طرف اپنی زندگی میں نہایت متشدد تھے تو دوسری طرف اللہ کے بندوں کے لئے شریعت کو آسان بنانے میں نہایت فراخ حوصلہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی رعایت میں جاذبیت اور نتیجہ خیزی دونوں موجود ہیں۔

اب تو پہلے زندگی سے مذہبی چولیں ڈھیلی ہوتی ہیں پھر آزادی و بے باکی کے ساتھ حالات و زمانہ کی رعایت

© rasailojaraid.com

کی تلقین کی جاتی ہے یا خود کے لیئے ہر قسم کی سہولت نکل آتی ہے اور اللہ کے بندوں کے لیے معمولی رعایت بھی گوارہ نہیں ہوتی ہے۔

یہ افراط و تفریط کی راہیں مذہبی کاز کو سخت نقصان پہونچا رہی ہیں، پہلی راہ میں صرف "رعایت" باقی رہ گئی ہے اور شرعی احکام "پنڈنگ" میں پڑ گئے ہیں اور دوسری میں مذہب کے نام پہ لوگ عیش کر رہے ہیں اور رحمۃ للعالمین کی اُمت موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا ہے۔

اہل و عیال کے ساتھ خصوصی رعایت گوارہ نہیں کی

(۴۲) حضرت عمرؓ نے اپنے اہل و عیال کے لیئے بھی خصوصی رعایت گوارہ نہیں کی۔ ایک مرتبہ بیوی نے (غالباً قحط کے زمانہ میں) گھی خریدا تو پوچھا یہ کیسے خریدا ہے جواب دیا: آپ کی تنخواہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے میں نے اپنی ذاتی رقم سے خریدا ہے۔ فرمایا:

لیس انا بذائقہ حتی یحیی الناس [1] — میں اس کو اُس وقت تک نہ چکھوں گا جب تک لوگوں کو زندگی نہ حاصل ہو۔

آپ نے گھی اور چکنائی والی چیزوں کو اس وقت تک نہیں استعمال کیا جب تک کہ دوسرے لوگ نہیں کھانے لگے:

اجدب الناس علی عہد عمر فما اکل سمناً ولا سمیناً حتی اکل الناس [2] — عمرؓ کے زمانہ میں قحط پڑا تو انھوں نے گھی اور گھی کی بنی چیزیں چھوڑ دیں یہاں تک کہ لوگ کھانے لگے۔

اسی زمانہ میں ایک مرتبہ اپنے بچہ کے ہاتھ میں "تربوز" دیکھا تو کہا کہ:

بخ بخ یا ابن امیر المؤمنین تاکل الفاکھۃ وامۃ محمد ھزلی — تم امیر المومنین کے صاحبزادہ ہو کر پھل کھا رہے ہو اور محمدؐ کی امت نحیف و لاغر ہو رہی ہے۔

بچہ روتا ہوا بھاگا۔ لوگوں نے کہا کہ اس نے پیسہ سے نہیں خریدا ہے بلکہ

اشتراھا بکف من نواۃ [3] — کھجور کی گٹھلیاں دے کر خریدا ہے۔

اسی طرح مدینہ کی گلی میں ایک چھوٹی بچی کو گرتی پڑتی دیکھ کر فرمایا:

یا ویحھا یا بؤسھا — ہائے افسوس ہائے فاقہ کی تکلیف

---

[1] و [2] تاریخ عمرؓ لابن الجوزی الباب الثالث والثلثون ص ۷۔ [3] ایضاً ص ۶۹

© rasailojaraid.com

پوچھا اس کو کوئی پہچانتا ہے؟ صاحبزادہ نے جواب دیا آپ اس کو نہیں جانتے ہیں؟ یہ تو آپ کی پوتی ہے؟ میری کون سی پوتی؟ عبداللہ نے کہا یہ میری بیٹی ہے جس کا فلاں نام ہے۔ پھر پوچھا اس کا یہ حال کیوں ہو رہا ہے؟ جواب دیا۔ جب آپ کچھ دیتے ہی نہیں ہیں تو یہ حال کیوں نہ ہو؟ فرمایا میں تو کچھ نہیں دیتا ہوں لیکن تم دوسروں کی طرح کیوں محنت و مشقت نہیں کرتے ہو؟ پھر قسم کھا کر فرمایا:

انه والله مالك عندی غیر سهمك	خدا کی قسم میرے پاس تمہارا اتنا ہی حصہ ہے جتنا
فی المسلمین وسعك او عجز عنك	دوسرے مسلمانوں کا ہے اس میں تمہیں وسعت ہو یا
هذا کتاب الله بینی وبینکم	تنگی ہو میرے اور تمہارے درمیان اللہ کا یہی فیصلہ ہے

صاحبزادوں بلکہ معمولی ملازمین کے لڑکوں کو قانونی وغیر قانونی کس قدر آزادی و چھوٹ ملتی ہے؟ لیکن خلیفۃ المسلمین کے گھر کے بچے فاقہ سے چور ہو رہے ہیں اور خلیفہ جواب دیتا ہے کہ "اللہ کا یہی فیصلہ ہے"

مکتبِ عشق کا دستور ہی نرالا ہے جس کو جتنا زیادہ سبق یاد ہوتا ہے اس کو اتنی ہی دیر میں چھٹی ملتی ہے۔

عملاً معاشرتی امتیازات کو ختم کیا

(۷۳) حضرت عمرؓ نے میل جول و ملاقات میں معاشرتی امتیازات کو ختم کیا اور صورت یہ اختیار کی کہ رؤسا کو ثانوی حیثیت دی اور جن کو وہ کمتر سمجھتے تھے ان کو درجۂ اول پر رکھا۔

حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس سہیلؓ بن عمرو۔ حارثؓ بن ہشام۔ ابوسفیانؓ بن حرب اور قریش کے دوسرے رؤسا حاضر ہوئے۔ بلالؓ۔ صہیبؓ اور دوسرے آزاد شدہ غلام بھی آئے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے ثانی الذکر کو اجازت دی اور اول الذکر کو چھوڑ دیا اس پر ابوسفیانؓ نے کہا:

لم ار کالیوم قط یاذن لھؤلاء العبید	ایسا میں نے کبھی نہیں دیکھا ان غلاموں کو اجازت ملتی ہے
ونترکنا علی بابه لا یلتفت الینا۔	اور ہم دروازہ پر کھڑے رہتے ہیں ہماری طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی

سہیلؓ زیادہ سمجھدار تھے انھوں نے جواب دیا:

ایها القوم انی والله لقد اری	اے لوگو! میں تمہارے چہروں کی ناگواری دیکھ رہا ہوں
الذی فی وجوهکم ان کنتم غضابا	اگر تم غصہ کرتے ہو تو اپنے اوپر غصہ کرو۔ قوم کو دعوت
فاغضبوا علی انفسکم دعی القوم ودعیتم	دی گئی اور تمہیں بھی دی گئی لیکن قوم نے قبول کرلی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فاسرعوا وابطأتم فكيف — جلدی کی اور تم لوگوں نے دیر کی۔ اُس وقت تمہارا
بکم اذا دعا یوم القیامۃ — کیا حال ہوگا جبکہ قیامت کے دن تم بلائے جاؤ گے
وترکتم۔[1] — اور تم چھوڑ دیئے جاؤ گے۔

معاشرتی اونچ نیچ۔ ذات پات۔ حسب ونسب اور معیارِ زندگی کے بتوں کو توڑنے کے لئے ایک صورت تو یہ ہے کہ قانون بنا دیا جائے اور وقتاً فوقتاً جمہوریت و مساوات پر عام مجمع کو خطاب کر دیا جایا کرے اس کا جتنا اثر ظاہر ہو رہا ہے وہ دنیا کے سامنے ہے۔ لیکن دوسری صورت یہ ہے کہ قانون کے ساتھ میل جول و ملاقات وغیرہ میں عملاً ان امتیازات کو ختم کیا جائے اور گھریلو و بیرونی زندگی میں ایسی تدابیر اختیار کی جائیں جن کے ذریعہ پست و بالا دونوں محسوس کرنے لگیں کہ اس نظام میں خود ساختہ بلندیوں اور پستیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کا جتنا اثر پہلے اور اب ظاہر ہو رہا ہے وہ بھی دنیا کے سامنے ہے۔

معاشرہ میں جب معمولی فساد ہو تو اصلاح کی معمولی تدبیروں سے کام چل جاتا ہے لیکن جب یہ فساد قوم کے زعماء اور ملت کے رہنما تک میں سرایت کر گیا ہو تو اس کی اصلاح کے لئے منتخب قسم کے انقلابی قوانین کی ضرورت ہے۔ اور مساوات و اعتدال پیدا کرنے کے لئے پست کو بلند و بلند کو پست بنائے بغیر چارہ نہیں ہے۔

دنیوی جاہ و حشمت اور عہدہ و ملازمت کے آگے جھکنا زندگی کا لازمہ بن گیا ہے۔ جو لوگ دنیادار کے نام سے مشہور ہیں اُن کا جھکنا زیادہ تعجب کی بات نہیں ہے لیکن جن کو مذہب کی بدولت اقتدار و اعزاز حاصل ہو ان کے لئے حد درجہ شرم کی بات ہے کہ میل جول و ملاقات وغیرہ میں امتیازی روش اختیار کریں۔

یاد رکھئے جن تاویل و توجیہ کے ذریعہ "امتیاز" کو ہم فروغ دے رہے ہیں وہ احکم الحاکمین کی نظروں سے پوشیدہ ہوتیں دنیا کی نظروں سے بھی پوشیدہ نہیں ہیں، اور انھیں کے لحاظ سے ہمارا مقام و منصب متعین ہے۔

بلا وجہ حج میں تاخیر کرنے والوں کا اسلام غیر معتبر قرار دیا

(۴۷) حضرت عمرؓ نے حج میں بلاوجہ تاخیر کرنے والوں کے اسلام کو غیر معتبر قرار دے اور غیر مسلموں کی طرح جزیہ مقرر کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ :-

---

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلثون صفحہ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان عمر بن الخطاب قال لقد هممت ان ابعث الی الانصار فلا یوجد رجل قد بلغ سنا وله سعة لم یحج الا ضربت علیه الجزیة والله ما اولئك بمسلمین والله ما اولئك بمسلمین [1]

حضرت عمرؓ نے کہا میرا ارادہ ہے کہ کسی کو انصار کے پاس بھیجوں اور ہر اُس شخص پر جزیہ مقرر کروں جو سن اور وسعت کے باوجود حج نہ کرتا ہو، خدا کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں خدا کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔

حج ایک مقدس فریضہ ہے جس کے ذریعہ (قطع نظر اور فوائد) اسلام انسان کی نفسی و ذہنی زندگی میں خاص قسم کی تبدیلی کرنا چاہتا ہے۔ انتہائی مجبوری و ناگزیر حالت میں حجِ بدل کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر تبدیلی کی صورت نہیں بنتی ہے تو کم سے کم فرض ہی ذمہ سے ساقط ہو جائے۔ اور دوسرا شخص اس کے ذریعہ اپنے اندر وہ تبدیلی پیدا کرلے، لیکن اب حجِ بدل فیشن و پیشہ بنتا جا رہا ہے۔ سرمایہ دار محض عیش کی خاطر حج سے گھبراتا ہے اور کثیر رقم اس کام کے لئے علیحدہ کرلیتا ہے پھر جب کوئی معتبر پیشہ ور مل جاتا ہے تو رقم حوالہ کرکے اس کو حج کے لئے بھیج دیتا ہے جس کی ایک مقدار سفرِ حج پر خرچ ہوتی ہے اور بقیہ رقم اپنے تصرف میں آجاتی ہے۔

اسی طرح اسلام نے غرباء و فقراء کی امداد میں جو "حج" رکھا ہے اس کی جگہ حج نفلی کا رواج ہو رہا ہے جس کی موجودہ افلاس کی حالت میں شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مذہبی لوگوں کے ہاتھ سے مذہب کے نام پر مذہب کے کام میں جو زیادتیاں ہو رہی ہیں اگر ان کے سدباب کی کوشش نہ کی گئی تو مذہب اپنی جاذبیت و کشش کھودے گا پھر جو توقعات مذہب سے وابستہ ہیں وہ ختم ہو کر رہ جائیں گی۔

ناجائز بچہ کی پرورش کا بندوبست کیا

(۷۵) حضرت عمرؓ نے سرکاری خزانہ سے ناجائز بچہ کی پرورش کا انتظام کیا۔

فدفع الصبی الی امرأة وقال لها قومی بشأنه وخذی منا نفقته [2]

بچہ کو ایک عورت کے سپرد کیا اور کہا کہ اس کا انتظام کرو اور خرچ ہم سے لو۔

صورت یہ ہوئی کہ ایک دن حضرت عمرؓ کو راستہ میں پڑی نوجوان لاش کی اطلاع ملی قاتل کا پتہ لگانے کے باوجود نہ چل سکا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد اسی جگہ بچہ پڑا ہوا ملا۔ بچہ کو ایک عورت کے سپرد کر دیا اور کہا کہ جو عورت اسکو

[1] تاریخ عمر ابن الجوزی الباب الثالث والثلثون ص۸ ۔ [2] ایضاً ص۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیار کرے اپنے سینہ سے لگائے فوراً مجھے خبر کرنا۔ جب بچہ کچھ بڑا ہوا تو عورت سے ایک لونڈی نے آکر کہا کہ میری مالکہ بچہ کو دیکھنے کے لئے منگا رہی ہے ابھی واپس کر دے گی۔ عورت نے کہا کہ بچہ کو لے جاؤ لیکن میں بھی ساتھ چلونگی۔ چنانچہ بچہ کو مالکہ کے پاس لے گئی تو اس نے دیکھتے ہی پیار کرنا اور سینہ سے لگانا شروع کر دیا وہ مالکہ رسول اللہ کے صحابی رضہ انصاری کی لڑکی تھی، حضرت عمر رضہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً تلوار لے کر اس کے گھر پہونچے اور دروازہ پر بیٹھے ہوئے بوڑھے باپ سے پوچھا:

ما فعلت ابنتك فلانة	تمھاری فلانہ بیٹی کیسی ہے؟

باپ نے جواب دیا:۔

یا امیر المؤمنین جزاها الله	اے امیر المومنین اللہ اس کو جزائے خیر دے
خیرا هي من اعرف الناس	وہ اللہ کے حقوق کو خوب پہچانتی ہے اپنے باپ
بحق الله تعالى وحق ابيها وصلاتها	کا حق ادا کرتی ہے۔ نماز کی پابند ہے اور رات کو
وقيامها وحسن صلاتها بالليل	اس کی نماز کا حسن دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضہ نے کہا کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں، باپ نے جواب دیا آپ ذرا ٹھہریئے میں اجازت لے لوں، اجازت کے بعد وہ اندر داخل ہوئے اور سب کو گھر سے باہر کر دیا صرف لڑکی رہ گئی۔ حضرت عمر رضہ نے تلوار سونت کر کہا کہ جو میں پوچھوں اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دینا، لڑکی نے کہا:

على رسلك يا امير المومنين	امیر المومنین رضہ آپ مطمئن رہیئے خدا کی قسم میں
فوالله لاصدقن۔	سچ ہی کہوں گی۔

پھر بچہ اور اس سے پیار کے متعلق پوچھا تو لڑکی نے جواب دیا:

قصہ یہ ہوا کہ ایک بوڑھی عورت میرے پاس آتی جاتی تھی میں نے اس کو ماں بنا لیا اور ماں ہی کی طرح وہ گھر کا کام کاج دیکھتی رہی۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے کہا کہ میں باہر جانا چاہتی ہوں، میری ایک نوجوان لڑکی ہے جس کا کوئی نگراں نہیں ہے میری واپسی تک آپ اس کو اپنے گھر رکھ لیجئے میں نے منظوری دیدی اور وہ اپنی لڑکی لے آئی۔ لیکن در اصل وہ نوجوان لڑکا تھا جو لڑکی کی حالت وصورت بنائے ہوئے تھا جیسا کہ بعد میں پتہ چلا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فعمدت الى ابن لها شاب امرد فهياته كهيئة الجارية وانتقى به لا اشك انه جارية فكان يرى منى ما ترى الجارية من الجارية ۔

وہ بڑھیا اپنے بیٹے کو لے آئی جو امرد نوجوان تھا، اس کی حالت بالکل لڑکی جیسی تھی جس میں شک کی گنجائش نہ تھی، وہ گھر میں بے پردگی کے ساتھ اسی طرح رہتا تھا جس طرح کوئی لڑکی رہتی ہے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ میں سو رہی تھی وہ بغلگیر ہو گیا، میں نیند میں سمجھ نہ سکی اور فوراً میرے اوپر آ گیا۔۔۔۔ ...... اس دفعہ میں اور کچھ نہ کر سکی تو پاس ہی چھری رکھی تھی میں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی لاش راستہ میں پھنکوا دی یہ وہی لاش تھی جس کے قاتل کا آپ کو اب تک پتہ نہیں چل سکا ہے اور یہ اُسی کا بچہ ہے جس سے میں پیار کر رہی تھی۔ میں نے جس جگہ باپ کی لاش پھنکوائی تھی اسی جگہ اس کے بچّہ کو پھنکوا دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ سن کر لڑکی سے فرمایا:۔

صدقتِ بارك الله فيكِ

تو نے سچ کہا اللہ تیری حالت میں برکت دے

اور باپ سے کہا:

بارك الله فى ابنتك فنعم الابنة ابنتك

اللہ آپ کی بیٹی میں برکت عطا فرمائے، آپ کی بیٹی بہترین بیٹی ہے۔

باپ نے جواب میں کہا:

وصلك الله يا امير المؤمنين وجزاك الله خيرا عن رعيتك ۔[1]

اے امیر المومنین اللہ سے آپ کو وصل نصیب ہو اور رعایا کے بارے میں آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس واقعہ سے جس طرح حضرت عمرؓ کے حسن انتظام و رعیت کی نگرانی کا ثبوت ملتا ہے اسی طرح ان کی خداداد فراست و معاملہ رسی کا ثبوت ملتا ہے۔

—(باقی آئندہ)—

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلاثون ص ۶۹

© rasailojaraid.com